بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر

و اولٰئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء مطابق محرم الحرام ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عا غیر ممالک سے ـــ

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چودھری [illegible] پبلشر نے شائع کیا

عرضِ حال

اکتوبر کے مہینے میں جنگی بخار کا زور رہا۔ اس لئے قریباً سب فارز کے کاروبار میں اختلال آیا۔ ضیاء الاسلام پریس جس میں یہ رسالہ چھپتا ہے۔ ۱۰ اکتوبر کے بعد صرف ایک دو دن کے سوا ۲۷ اکتوبر تک نہیں چل سکا۔ اور خاکسار مع تمام اہل و عیال سخت بیمار ہو گیا۔ لیکن جب ذرا افاقہ ہوا۔ تو سب سے پہلے رسالہ کی فکر کی۔ اور اس حالت میں کہ میں چارپائی پر بیٹھنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ اس کا مضمون کاتب کے سپرد کیا تاکہ کسی طرح اس کی گذشتہ سات سالہ خصوصیت (کہ باوجود اپنا مطبع اور فنڈ نہ ہونے کے ٹھیک وقت پر شائع ہو جاتا ہے) میں فرق نہ آئے۔ اب یہ آخری کاپی ہے اور خدا کے فضل پر امید ہے کہ وقت پر نکل جائیگا۔ گو حجم سے زیادہ صفحات دینے اور مقررہ وقت پر بلاناغہ (ایسے مضامین کے ساتھ جو مستقل تصنیف کا حکم رکھتے ہیں) اشاعت کے اخراجات کے باوجود میرے احباب نے کبھی عملی شکریہ ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ یعنی اتنا بھی نہیں کیا کہ کم از کم ایک ایک خریدار اور دیدیں تاکہ جتنا خرچ سالانہ رسالہ کا ہے وہ تو نکل آئے موجودہ حالات تو اسی کے متقاضی ہیں کہ رسالہ بند ہو جائے۔ لیکن کوشش یہی ہے کہ خلیفہ ثانی مسیح موعود حضرت محمود نے جس کام کی بنیاد رکھی ہے وہ جاری رہے

ثبوتِ مسیح موعود — حکیم محمد الدین صاحب گوجرانوالہ نے ایک پمفلٹ مضمون مندرجہ عنوان پر شائع کیا ہے جس میں بردست حوالے اثباتِ نبوتِ مسیح موعود کے ہیں۔ اور آخر میں مولوی محمد علی صاحب کے بعض حوالوں کی نہایت دلچسپ تردید کی ہے یہ ٹریکٹ احباب کو چاہیئے کہ خوب شائع کریں حکیم صاحب سے ایک روپیہ کے دس اور ۲/ رسالہ کے حساب منگوالیں ؛

پیغامِ امام — حضرت مسیح موعود کے لدھیانہ کے ایک لیکچر کو منشی فخر الدین صاحب ملتانی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ جو ثبوت دعوے میں جامع اور نہایت موثر ہے۔ احباب ۲/ جلد کے حساب سے منگوالیں ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء

تلبیس ابلیس

چیستان مرزا کا جواب

خداوند کریم کی یہ سنت قدیمہ ہے کہ وہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے انبیاء مبعوث فرماتا ہے فسق و فجور اور دنیاوی معاملات میں بیحد انہماک اللہ تعالیٰ کی آخری حجت کے پورا ہونے کا باعث ہو جاتے ہیں۔ انبیاء اپنی صداقت لوگوں سے منوانے کیلئے روشن اور واضح دلائل لیکر آتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو دنیا پر کیڑوں کیطرح مرتے اور فطرت کے نہایت گندے ہوتے ہیں ان واضح نشانات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ بلکہ مرسلان ربانی پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگاتے ہیں۔ اور دنیا کو گمراہ کرنیکا شیطانی کام اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ اور یہی کام ہے جسے ہم تلبیس ابلیس کہتے ہیں۔ اس ہمارے زمانہ میں وہ تمام حالات جمع تھے۔ جو نزول انبیاء کے مقتضی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ نے اپنی سنت قدیمہ و وعدہ نبی صلعم کے موافق اصلاح خلق کیلئے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ اس مقبول خدا نے علے الاعلان فرمایا کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کے آنیکی خبر قرآن و احادیث میں موجود ہے۔ اور جس کو سرور انبیاء محمد مصطفےٰ

صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ کے معزز لقب سے یاد کیا۔ اور اسکو اپنا سلام کہا ہے۔ پھر اس مقبول خدا نے اپنے اس دعوے کو سینکڑوں ھزاروں دلائل کیساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور یہ امر واقع ہے۔ کہ اسقدر بکثرت عظیم الشان نشانات دکھائے کہ بجز خاتم النبیین صلعم کسی سے اتنے نشانات ظاہر نہیں ہوئے۔ مگر افسوس کہ بدفطرت لوگوں نے آپ کو بہت ستایا۔ اور طرح طرح کے اعتراضات کا نشانہ بنایا۔ وہی خدا کا نبی جو انکا محسن و مربی تھا۔ اسی کو انھوں نے اپنا دشمن تصور کیا۔ خیر ایسا ہونا پہلے ہی سے مقدر تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو سرور انبیاء کا یہ قول مقدس کیونکر پورا ہوتا۔ کہ ایک وقت آئیگا جبکہ میری امت یہود کے قدم بقدم چلیگی۔ سو جو سلوک یہود نے اپنے مسیح سے کیا اسی کی مانند اس زمانہ کے یہود خصلت علماء نے مسیح موعود کے ساتھ کیا۔ اور اسقدر ظلم کیا کہ الاماں تقریریں یا تحریروں میں اسقدر جھوٹے الزامات تراشے جو کسی سچے مسلمان سے ایسا ہونا محال ہے۔ اسکا ایک ثبوت اسوقت ایک امرتسری مولوی کی مایۂ ناز تحریر سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہر اہلِ انصاف خود دیکھ لے۔ کہ مامورانِ الٰہی کے مخالفین کسطرح دہوکہ دہی میں مظاہر ابلیس بنجاتے ہیں۔ یہ مضمون جس کے جواب پر میں نے ابھی بفضلہ تعالیٰ قلم اٹھایا ہے۔ ۱۹۱۷ء کا شائع شدہ "چیستانِ مرزا" ہے۔ مگر ہماری نظر سے یہ تھوڑے ہی دن ہوئے گذرا ہے۔ جبکہ مولوی ثناء اللہ شملہ آیا۔ اور یہ چیستان عام طور پر تقسیم کیا گیا۔

ہر وہ شخص جس کو مولوی صاحب کی ناجائز چالوں کا علم نہیں حیرت زدہ ہوگا۔ کہ یہ کیا "چیستان" ہے۔ جس پر انھوں نے انعامی چیلنج بھی دیدیا ہے۔ مگر ہم کو یہ مضمون پڑھکر ذرا بھی حیرانی نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ مولوی صاحب پبلک کو دہوکہ دینے اور ناجائز مغالطوں میں ڈالنے میں ایک بڑے مشاق ہیں۔ اور اسی مطلب کیلئے ان کے اکثر مضامین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف نکلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب انھوں نے پہلی دفعہ ۱۹۱۷ء میں ایک چیستان شائع کیا۔ اور اس کے جواب لکھنے پر پانصد روپیہ کا انعامی چیلنج بھی دیا۔ جس کا جواب جناب مولوی فضل الدین صاحب وکیل نے مدلل و مسکت شائع کر دیا۔ اور انعام کے فیصلہ کیلئے "انجمن اصلاح المسلمین" میں اس امر کے پیش کئے

جانے کیلئے مشورہ دیا۔ تو امرتسری مولوی نے یہ کہکر کہ عدالت انگریزی کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اس بات کو بپایہ ثبوت پہنچا دیا۔ کہ ہماری مخالفت کرنے میں انکی نیت صرف یہی ہے۔ کہ پبلک کو دہوکہ دیکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدظن کیا جائے۔

یوں تو مولوی صاحب نے اس ٹریکٹ کو تین ۳۰۰ سو روپیہ کے انعام کے وعدہ پر شائع کیا ہے جسمیں سے دو ۲۰۰ سو روپیہ جماعت مبائعین کیلئے ہے اور ۱۰۰ روپیہ غیر مبائعین کیلئے ہے۔ بشرطیکہ جواب تاریخ اشاعت مضمون مذکور سے پندرہ دن تک شائع ہو جاتا۔ مگر ہماری غرض چونکہ حصول انعام نہیں۔ بلکہ دجل ثنائی کو حربہ مسیحی سے پاش پاش کر کے دکھانا ہے۔ تاکہ طالبانِ حق کیلئے ہدایت کی راہ کھلجائے۔ اور خود مولوی ثناء اللہ کو بھی اپنے علم و عقل کا اندازہ ہو جائے۔ اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں آئندہ بے سمجھی سے اختلاف پیش کر کے شرمندہ ہونے سے اپنے آپ کو بچالے۔ اس لئے محض للہ مضمون مذکور کا جواب لکھا جاتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

بنیادی غلطی

مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کا سنہرہ اصول جو ہر ایک عقلمند کے نزدیک مسلم اور مقبول ہے۔ کہ الہامی کلام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ یعنی کسی کلام میں اختلاف اور تضاد کا ہونا اُسے الہامی درجہ سے گرانے کو کافی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کے کلام میں یوں تو بہت سے مقامات پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر آج جس اختلاف کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب سے نرالا اختلاف ہے کیونکہ یہ مرزا صاحب کی تاریخ بعثت اور سنہ وفات کے متعلق خود ان کے الہامات یا الہامی نتیجوں میں پایا جاتا ہے"۔ چیستان مرزا صہ

ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ اصول قرآنی بالکل صحیح اور درست ہے۔ مگر آپنے تو کہیں بھی اپنے چیستان میں حضرت صاحب کے کلام کو اس اصول کے ماتحت متضاد ثابت نہیں کیا۔ بات تو تب بنتی جب آپ ایکطرف حضرت صاحب کی الہامی عبارت پیش کرتے اور پھر دوسری طرف الہامی عبارت ہی پہلی عبارت کے خلاف پیش کرتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ پس یہ آپکی اصولی غلطی ہے۔

اور اسیطرح جتنے خلاصے آپ نے نکالکر پیش کئے ہیں نہیں کوئی بھی صحیح نہیں۔ جیسا کہ آگے چلکر دکھایا جائیگا۔

سب سے نرالا اختلاف

مذکورہ بالا عبارت میں مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آج جس اختلاف کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب سے نرالا اختلاف ہے۔ اب جبکہ ہم بفضلہ تعالےٰ یہ ثابت کر دینگے۔ کہ حضرت صاحب کی کلام میں اختلاف نہیں۔ تو پھر اس نرالے اختلاف کا فیصلہ ہونیکے ساتھ ہی یہ ماننا پڑے گا۔ کہ جب سب سے نرالا اختلاف بھی دراصل کوئی اختلاف نہیں۔ تو دوسرے معمولی اختلافات جنھیں مولوی صاحب پیش کرتے رہے ہیں۔ وہ بھی مولوی صاحب کی اپنی ہی کوتاہ فہمی ہے نہ کچھ اور۔

علمی غلطی

پھر مولوی صاحب چیستان کے اختلاف کو نرالا ثابت کرنیکے لئے فرماتے ہیں یہ "کیونکہ یہ مرزا صاحب کی تاریخ بعثت اور سنہ وفات کے متعلق خود ان کے الہاموں یا الہامی نتیجوں میں پایا جاتا ہے"۔ چیستان مرزا صہ ۲

اس لفظ بعثت سے مولوی صاحب نے بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب اس کے معنی ہی سمجھ نہیں سکے۔ کیونکہ وہ بعثت کے معنے یہ کرتے ہیں۔ کہ خدا کیطرف سے مامور یا ملہم ہونا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جہاں حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ میں ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکا تھا۔ وہاں مولوی صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوئے خدا جانے مولوی صاحب کی عقل وفہم کو مضمون لکھتے وقت کیا ہو گیا تھا۔ کہ ایسی خطرناک غلطیاں کی ہیں۔ جو ان کے علم کی نہایت صفائی سے پردہ دری کر رہی ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ ان ذلتوں کا ایک اثر ہے۔ جو اسوقت سے مولوی صاحب کے حصہ میں آئی ہوئی ہیں۔ جب سے "نزول المسیح" شائع ہوئی ہے۔ مولوی صاحب کو سوچنا چاہیئے تھا۔ کہ اگر شرف مکالمہ ومخاطبہ پانا اور مامور ومبعوث ہونا ہم معنے ہے۔ تو ان بیشمار مقربان الٰہی کی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ جو خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور مبعوث تو نہ تھے۔ مگر شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکے تھے۔ اور غالباً جنمیں سے بعض کو مولوی صاحب بھی ولی اللہ اور ملہم من اللہ یقین کرتے ہونگے۔ اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی ایسے وجود مقدس ہو گزرے ہیں۔ جنہوں نے خدا تعالےٰ سے مکالمہ ومخاطبہ پانیکا شرف حاصل کیا۔ مگر وہ ملہمین مامور ومرسل نہیں تھے۔ تو پھر مولوی صاحب کو چاہیئے۔ کہ اپنی اس

علمی غلطی کو ندامت کے ساتھ واپس لے لیں۔

اب ہم وہ عبارتیں دیکھتے ہیں۔ جو مولوی صاحب نے حضرت صاحب کی کلام میں اختلاف
ثابت کرنے کیلئے پیش کی ہیں۔ اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسی ٹریکٹ اور انہی عبارتوں سے یہ
ثابت کرینگے کہ حضرت صاحب کی کلام میں اختلاف اور تضاد نہیں۔ بلکہ سیدنا حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مولوی صاحب کی بدظنی اور سوءِ فہم کا نتیجہ ہے

پہلا اختلاف

مولوی صاحب نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پہلا اختلاف اس طرح
پیش کیا ہے:۔

"چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی۔ کہ کیا اس حدیث کا جو
الآیات بعد المائتین ہے۔ ایک یہ بھی منشاء ہے۔ کہ تیرہویں
صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا۔ اور کیا اس حدیث کے
مفہوم میں یہ عاجز بھی داخل ہے۔ تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام
کے اعداد حروف کیطرف توجہ دلائی گئی۔ کہ دیکھ یہی مسیح ہے جو تیرہویں
صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونیوالا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے
نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ یہ نام ہے۔ غلام احمد قادیانی اس نام
کے عدد پورے تیرہ سو ۱۳۰۰ ہیں۔ اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز
کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵)

اس عبارت میں صاف دعویٰ ہے۔ کہ میری بعثت سنہ ۱۳۰۰ھ پورے ہو جانے پر ہوئی تھی جیسا کہ
پھر اسی کی تائید میں مولوی صاحب نے تریاق القلوب صفحہ ۶ و صفحہ ۲۹ اور تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷ کی عبارتیں پیش
کی ہیں۔ اور نتیجہ نکالا ہے۔ کہ:۔

نتیجہ

"یہ سب حوالجات بیک زبان مظہر ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت سنہ ھ پورے
۱۳۰۰ ہونے کے بعد چودھویں صدی ہجری کے شروع میں ہوئی تھی"

اس نتیجہ کی صحت میں نہ ہمیں کلام ہے۔ اور نہ مولوی صاحب کو لیکن اس کے خلاف مولوی
صاحب نے مسیح موعودؑ کی مندرجہ ذیل تحریر پیش کی ہے۔

"یہ عجیب امر ہے۔ اور میں اسکو خدا تعالےٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں۔ کہ ٹھیک بارہ سو نوّے ہجری میں خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹

یہ عبارت صاف بتلا رہی ہے۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت تیرھویں صدی ہجری کے اندر خاتمہ سے دس سال رہتے ہوئے ہوئی۔ چیستان صفحہ ۴

یہاں مولوی صاحب کی فضیلت اکی پگڑی جہالت کے گڑھے میں ایسی گری ہے۔ کہ فضلاء تو ایک طرف ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی بول اٹھیگا۔ کہ بلاشبہ یا تو مولویصاحب جاہل ہیں نہ فاضل۔ یا یہ کہ مسیح موعود کی دشمنی کیوجہ سے نہ صرف فاضل کا ایمان ہی سلب ہوچکا ہے۔ بلکہ علم و عقل بھی ضائع ہوچکے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں۔ کہ میں سنہ ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔ لیکن مولوی صاحب نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب سنہ ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوچکے تھے۔ مولوی صاحب کیا الہام پانا اور مامور ہونا ہم معنی ہے۔ اور کیا تمام ملہمین جو امت محمدیہ میں گذرے ہیں۔ وہ مامور تھے۔ اگر نہیں تو کسقدر یہ شرمناک غلطی ہے۔ کہ محض الہام پانے کا نام آپ ماموریت رکھتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ آپ اس سے بیخبر نہیں۔ کہ صاحب الہام ہونا اور بات ہے۔ اور مامور ہونا اور۔ کیونکہ امت محمدیہ میں لاکھوں کروڑوں ملہم ہو گذرے ہیں۔ جو مامور من اللہ نہ تھے۔ پس آپ کا زمانہ الہام کو ماموریت قرار دینا محض دھوکہ دہی یا جہالت کا باعث ہے۔ ورنہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۹۹۔۲۰۰ پر تو حضرت مسیح موعود نے کھولکر بتایا ہے۔ کہ ماموریت کا زمانہ الہام سے بعد کا ہے۔ مولوی صاحب بجائے حضرت صاحب کی تحریروں میں اختلاف ثابت کرنے کے یہاں حضرت مرزا صاحب کی تحریرونکا اختلاف اپنے اوہام باطلہ کے ساتھ ثابت کر رہے ہیں۔ جو ان کے الزامات کے ابطال پر ایک زبردست شہادت ہے ورنہ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ جس طرح روح القدس اور ابلیس دو متضاد چیزیں ہیں اسی طرح حضرت مرزا صاحب کا منشا رشائی اوہام کے مخالف ہے۔ اور اس کے ثابت کرنے کی مولویصاحب کو کوئی ضرورت نہ تھی۔

یہاں مولویصاحب نے پہلے تو نتیجہ غلط نکالا ہے۔ کہ حضرت صاحب سنہ ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوئے۔ اور پھر حماقت یہ کی ہے۔ کہ اس کے خلاف ازالہ اوہام سے مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہیں۔

دوسرا اختلاف "حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے۔ کہ مسیح موعود اسوقت دنیا میں آئیگا۔ جبکہ علم قرآن دنیا پر سے اُٹھ جائیگا۔ اور جہل شیوع پائیگا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کیطرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے۔ لوکان الایمان معلقا عند الثریا لنالہ رجل من فارس یہ وہ زمانہ ہے۔ جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا۔ کہ کمال طغیان اسکا اس سنہ ہجری میں شروع ہوگا۔ جو آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے۔ یعنی ۱۲۷۴ھ"۔

ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۵۶

"یہ عبارت صاف کہتی ہے۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت ۱۲۷۴ھ میں ہوئی یا ہونی چاہیئے تھی۔ یعنی تیرہویں صدی کے ختم ہونے سے پورے چھبیس سال پہلے"۔ چونکہ مندرجہ مذکورہ بالا غلط نتیجہ نکالکر مولویصاحب نے اسکی صحت پر ایک ایسی عبارت بطور دلیل پیش کی ہے۔ جو بجائے ثبوت ثنائی صحیح طور پر ازالہ اوہام ثنائی کرنیوالی ہے۔ مولویصاحب کا اس دلیل کو پیش کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک شخص رات کا ثبوت دینے کیلئے کہے۔ کہ دیکھو اسوقت رات ہے۔ کیونکہ آفتاب نکلا ہوا ہے۔ اور اسکی روشنی کے باعث تاریکی کا نام و نشان باقی نہیں ہے۔ لیکن عقلمند ایسے شخص کو مجنون یا اندھا ہی خیال کریںگے۔ بہرحال وہ عبارت جسے مولوی صاحب نے پیش کیا ہے۔ یہ ہے:۔

"اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنیکی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے۔ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس تک مدت ٹھہرائی ہے۔ بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں۔ اور آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں۔ اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کیطرف اشارہ کرتی ہے۔ جسمیں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے۔ جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے"۔ ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۵

نتیجہ ثنائی یہ دو حوالے متفق ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت کا زمانہ ۱۲۷۴ھ

یعنی تیرھویں صدی کے خاتمہ سے چھبیس سال پہلے تھا" چیستان ص۵

پہلی عبارت کے معنی

افسوس ہے! کہ مولوی صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی مولویت کی ہی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ پہلی عبارت ازالہ اوہام ص۶۵۷ میں حضرت صاحب نے یہ کہاں کہا کہ میں سنہ ۱۲۷۴ھ میں مامور کیا گیا ہوں۔ اس عبارت میں تو حضرت صاحب صرف یہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ جن حالات میں مسیح موعود کا نازل ہونا ضروری ہے۔ ان حالات کا آغاز سنہ ۱۲۷۴ھ میں شروع ہو گیا۔ اب رہا آپ کا خیال کہ "ہونی چاہیئے تھی"۔ تو یہ نہ کوئی الہامی عبارت ہے، اور نہ کسی الہامی عبارت کا نتیجہ۔ بلکہ یہ مولوی صاحب کا اپنا محض غلط خیال ہے۔ جس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔

دوسری عبارت کا مطلب

دوسری عبارت ص۶۷۵ کا نتیجہ نکالنے میں کہ حضرت صاحب سنہ ۱۲۷۴ھ میں مامور ہوئے، ریا تو مولوی صاحب نے دھوکہ کھایا ہے۔ یا دھوکہ دینے کی کوشش کر کے پھر اپنی فاضلیت اور مولویت کو بٹہ لگایا ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ پبلک کو دھوکہ دینے کیلئے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ ورنہ یہ بات کہ فضیلت پر ناز کرنیوالا اخبار کا ایڈیٹر ایسی صاف اور نہایت سیدھی عبارت کا مطلب سمجھ نہ سکے قابل تسلیم نہیں۔ خیر اگر وہ واقعی اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھے تو ہم اُن کو اپنے الفاظ میں سمجھائے دیتے ہیں۔ سنیئے۔

اس عبارت میں حضرت صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ قرآن شریف اور بہت سے اولیاء نے اپنے مکاشفات کی رو سے مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس تک مدت ٹھہرائی ہے اور آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون جسکے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں۔ اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کیطرف اشارہ کرتی ہے۔ اور مسیح موعود کے مامور ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ جسطرح سلخ کی راتوں میں چاند بالکل گم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسیح موعود کے نکلنے سے پہلے روحانیت کی روشنی بالکل گم ہو کر سلخ کی راتوں کے مشابہ ہو جائے۔ اور وہ تاریکی اسبات کی بشارت دے کہ اب عنقریب اسلامی چاند نکلیگا۔ مسیح موعود یعنی اسلامی چاند کے نکلنے سے پہلے چونکہ اس زمانہ کا موجود ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے حضرت اقدس مرزا صاحب

فرماتے ہیں۔ کہ آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یعنی روحانیت کی روشنی ۱۲۷۴ھ میں گم ہو کر سلخ کی راتوں کے مشابہ ہو جائیگی۔ اور اسکا کمال طغیان ۱۲۷۴ھ سے شروع ہوگا۔ اور اسکا خاتمہ مسیح موعود کے ظہور سے ہوگا مسیح موعود کا ظہور کب ہوگا۔ اس کے متعلق صاف فرمایا۔ کہ سلخ کی راتوں میں ہی اسکے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے۔ جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔ یعنی غلام احمد قادیانی کے عدد پورے ۱۳۰۰ ہوتے ہیں۔ نہ ۱۲ جیسا کہ پہلے مطابق تحریر ازالہ اوہام آپ خود ہی لکھ چکے ہیں۔ پس ان عبارتوں سے بھی یہی ثابت ہوا۔ کہ اسلامی چاند یعنی مسیح موعود کا وقت ظہور ۱۳۰۰ھ ہے۔ اور پہلی عبارتوں کیساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ ۱۲۷۴ھ میں مبعوث ہوئے یا ہونا چاہیئے تھا۔ سراسر غلط ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود ۱۲۷۴ھ میں مبعوث ہوتے تو ۱۲۷۴ھ والا زمانہ سلخ کی راتوں کے مشابہ نہ تھا۔ بلکہ چاند کی راتوں کے مشابہ ہوتا۔ اور یہ حضرت صاحب کی منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ ناظرین متعجب ہونگے کہ فضیلت مآب امرتسری سے ایسی بدیہی غلطیاں کسطرح سرزد ہوئیں۔ مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ خدا سے جنگ کرنیوالوں کا یہی حشر ہوا کرتا ہے۔ ہاں منکرین مسیح موعود کیلئے یہ حیرت کی بات ہوگی۔ کہ ان کا مولوی خود ہی تو لکھتا ہے۔ کہ:۔

"سلخ کی راتیں قمری مہینہ کی آخری راتوں کو کہتے ہیں جنمیں چاند بالکل گم ہو جاتا ہے"

حاشیہ چیستان ص۵

پھر خود ہی اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کو اسلامی چاند کی طلوع کی راتیں قرار دیتا ہے۔ شاید مولوی صاحب کے علم میں "سلخ کی رات" کے معنی "طلوع کی رات" کے ہوں۔ کیونکہ انکا قول ہے۔ کہ مرزا صاحب اگر دن کو دن کہیں تو مجھے شبہ پڑ جاتا ہے۔ کہ کہیں رات نہ ہو۔ غالباً اس حد سے بڑھی ہوئی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ مولوی صاحب رات کو دن قرار دے رہے ہیں۔ ورنہ بات تو بالکل واضح ہے مگر

یتخبطہ الشیطٰن من المس

کا نتیجہ ہے۔ کہ مولوی صاحب ظلمت کا نام نور رکھتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں۔ کہ مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ نظر کہاں سے آئے جبکہ آپ کو آفتاب صداقت سے دشمنی ہے۔ اور مرض تعصب کے باعث

آنکھیں اپریشن کی محتاج ہیں۔ مولوی صاحب نے بزعم خود جو اختلاف ثابت کیا ہے۔ وہ انکے اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے:۔

چیستان اوّل کا خلاصہ "پس اسوقت مرزا صاحب کے تین بیان پبلک کے سامنے ہیں۔(۱) سنہ پورے تیرہ سو ہونے پر (۲) تیرھویں صدی سے دس سال رہتے ہوئے سنہ ۱۲۹۰ھ میں۔ (۳) تیرھویں صدی کے پورے چھبیس سال رہتے ہوئے سنہ ۱۲۷۴ھ میں آپ مبعوث ہوتے۔ ان تینوں بیانات میں جو اختلاف ہے۔ ناظرین اندازہ کرسکتے ہیں" چیستان ص۵۔

کوئی اختلاف نہیں ہے ہم یہ بات بخوبی ثابت کر آئے ہیں۔ کہ ان بیانات میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ یہ مولوی صاحب کی کج فہمی ہے جس عبارت سے آپ یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضرت صاحب سنہ ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوئے وہاں ماموریت کا قطعاً ذکر نہیں۔ بلکہ وہاں حضرت صاحب شرف مکالمہ و مخاطبہ پانیکا ذکر فرما رہے ہیں۔ اور جن عبارات سے آپ یہ مطلب نکالتے ہیں۔ کہ سنہ ۱۲۷۴ھ میں مامور ہوئے۔ وہاں واضح طور پر مذکور ہے کہ کمال طغیان جو ظہور مسیح موعود کا باعث ہے۔ اسکا آغاز سنہ ۱۲۷۴ھ میں ہوا۔ اور یہ زمانہ بلوغ کا زمانہ تھا جس میں اسلامی چاند کے نکلنے کی اشارت پوشیدہ تھی۔ اور طلوع چاند کا وقت غلام احمد قادیانی کے حروف میں اعداد جمل کے طور پر پایا جاتا ہے۔ جو پورے تیرہ سو ہیں پس ان تینوں بیانات میں کوئی اختلاف نہیں۔

چیستان دوئم دوسرا چیستان مولوی صاحب نے سنہ وفات مسیح موعود کے متعلق بیان کیا ہے۔ لیکن جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے متعلق اختلاف ثابت کرنے کیلئے جو حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ اُنکی طرف توجہ کرتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں بھی مولوی صاحب نے دیدہ دانستہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر مولوی صاحب عقل و علم سے کام لیتے۔ تو ممکن نہ تھا۔ کہ حضرت صاحب کی تصریحات کے خلاف اس غلط مفہوم کو حضرت مرزا صاحب کا منشا قرار دیکر اُنکی طرف منسوب کرتے۔ سب سے پہلے مولوی صاحب نے حقیقۃ الوحی سے ایک عبارت نقل کی ہے جو یہ ہے:۔

دانیال نبی کی پیشگوئی

"آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال نبی تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔" صفحہ ۱۹۹

اس عبارت سے مولوی فاضل نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ:۔

"اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دانیال نبی نے مسیح موعود (جس سے مراد خود مرزا صاحب ہیں) کی عمر کا خاتمہ ۱۳۳۵ھ میں بتلایا ہے۔ اور مرزا صاحب کا الہام بھی دانیال نبی کی تائید کرتا ہے۔ کہ واقعی مرزا صاحب ۱۳۳۵ھ میں انتقال فرماوینگے"

چیستان صفحہ ۶

مولوی فاضل نے یہاں بھی سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اور منہ کے بل گرے ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب تو صرف یہ لکھتے ہیں۔ کہ دانیال نبی کا بیان ہے۔ کہ مسیح موعود کا آخری زمانہ ۱۳۳۵ھ تک ہے جو خدا تعالےٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے کہ جسمیں مسیح موعود کی عمر ۸۰ سال کے قریب بیان کیگئی ہے۔ بیشک حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ کہ دانیال نبی نے آخری زمانہ مسیح موعود کا ۱۳۳۵ھ بیان کیا ہے۔ مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالےٰ کا الہام بھی یہی ہے۔ کہ حضرت صاحب کی وفات ۱۳۳۵ھ میں واقع ہوگی کیونکہ اسمیں حضرت صاحب نے مشابہ کا لفظ فرمایا ہے۔ اور مشابہ کے معنے سمجھنے کیلئے حضرت صاحب کی یہ عبارت فیصلہ کرنیوالی ہے۔

"اسقدر قلیل مشابہت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ بلکہ مشابہت ایک قلیل فرق کو چاہتی ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱)

غرض دانیال نبی کی پیشگوئی کو حضرت صاحب کے الہام سے جو مشابہت ہے۔ تو وہ وقت قرب زمانہ کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔ اور دانیال نبی کی پیشگوئی کا صرف یہی مفہوم ہے۔ کہ مسیح موعود کی بعثت ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۳۵ھ کے اندر اندر ہے۔ کیونکہ دانیال نبی کے الفاظ یہ ہیں۔

"مبارک ہے وہ جو ۱۳۳۵ تک آتا ہے"

اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ انہی دو حدوں کے اندر ہے۔ پس یہ بجائے اعتراض کے صداقت کی دلیل ہے۔

حضرت مسیح موعود کا الہام اور آپ کی وفات

مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ :۔ "اب ہم مرزا صاحب کے الہامی الفاظ ان کی عمر کے تعلق سناتے ہیں۔ آپ کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں۔ بقول مرزا صاحب خدا فرماتا ہے :۔

"میں خدا تجھے (مرزا کو) اسی برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا"

اس الہام کی خوبی اور لطافت اور خدائی علم غیب سے عدم مناسبت پر کوئی صاحب اعتراض کریں۔ تو ہم انکو جواب نہ دینگے۔ بلکہ مولانا جامی مرحوم کا شعر سنا دینگے :۔

سرستان منطق الطیر ست جامی لب ببند

جز سلیمانے نہ شاید فہم ایں گفتار را

مولوی صاحب کا قرآن پر حملہ

حضرت مرزا صاحب کے اس الہام میں یا۔ یا کے لفظ کیوجہ سے مولوی صاحب نے اس کی لطافت اور خدائی علم غیب سے عدم مناسبت کا اعتراض کرکے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب پر معترض نہیں۔ بلکہ انکی آڑ میں تمام کتب سماوی خصوصاً قرآن پاک پر حملہ کیا ہے۔ کیونکہ ایسے محاورات قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔ جیسے فرمایا۔ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ اگر ہم چاہیں تو ہمیں سے جو ہم نے تجھکو وعدہ دیا ہے۔ کچھ حصہ دکھا دیں یا تجھکو وفات دے دیں) اور وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (ہم نے ہمکو یعنی حضرت یونس کو بھیجا ایک لاکھ آدمیوں کیطرف یا ایک لاکھ سے زیادہ کیطرف) ہاں یہ ٹھیک ہے۔ کہ منکرین الہی کی باتوں کو مستان الٹی ہی سمجھتے ہیں۔ اور مولوی ثناء اللہ جس نے نہ تو کبھی کسی آسمانی آواز کو سنا تھا۔ اور نہ مستان الٰہی کے رازوں سے آشنا تھا۔ جب اس نے ایک مست اور مقرب الٰہی کی آواز کو سنا۔ تو اسپر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ اسلئے ہم مولوی صاحب سے کہینگے

اے مردہ دل مکوش پئے ہجو اہل دل

جہل تو صورتست نہ فہمی کلام شاں

چونکہ یہاں اصل بحث صرف الہامات میں اختلاف و عدم اختلاف ہے۔ اسلئے مولوی صاحب کے

ضمنی سوالوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ورنہ خدا کے فضل سے انکے لفظ لفظ کا جواب موجود ہے۔

تریاق کی عبارت کا مطلب

مولوی صاحب کے اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے "یہ تو ہم بحوالہ تریاق القلوب صہ ۹۸ پہلے بتلا آئے ہیں۔ کہ تیرھویں صدی ختم ہونے پر آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ پس الہام مذکور (جو مندرجہ تریاق القلوب صہ ۷۱ کا درجہ کم ہے کم پچھتر سال ہیں۔ تو آپ کے الہام اور دانیال نبی کے کشف میں ٹھیک مطابقت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سنہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا صاحب چالیس سال کے تھے۔ اور تیرہ سو پینتیس ہجری میں پچھتر سال کے جو بالکل حسب الہام (مندرجہ تریاق القلوب) طابق النعل بالنعل (عین بعین) ٹھیک ہے۔" پیسہ اخبار ۷

مولوی صاحب کا یہ فرمانا۔ کہ یہ تو ہم بحوالہ تریاق القلوب صہ ۹۸ پہلے بتلا آئے ہیں۔ کہ تیرہویں صدی کے ختم ہونے پر آپکی عمر پوری چالیس سال کی تھی محض غلط ہے۔ اور تاکہ بحث میں طوالت نہ ہو۔ اور ناظرین خود ہی اصل حقیقت کو سمجھ لیں۔ ہم اصل عبارت ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ وھو ہذا :-

"جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خداوند تعالےٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا"

اور یہ بات بحوالہ حقیقۃ الوحی صہ ۱۹۹ پہلے گذر چکی ہے۔ کہ حضرت صاحب ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں حضرت صاحب کی عمر چالیس سال کی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کو جو غلطی لگی ہے۔ تو وہ تریاق القلوب کے مذکورہ بالا الفاظ کے بعد ہی مندرجہ ذیل عبارت کے باعث ہے :-

"اور یہ عجیب اتفاق ہوا۔ کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سرا بھی آ پہنچا۔ تب خدا نے الہام کے ذریعہ میرے پر ظاہر کیا۔ کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے"

غالباً مولوی صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ عمر کے چالیس سال پورے ہونے کیساتھ ہی صدی کا سرا پہنچا۔ مگر یہ یہاں سے ثابت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہاں چالیس برس کی عمر میں پہلے

مکالمہ و مخاطبہ کا ذکر موجود ہے۔ اور وہ بلاشبہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا۔ جیسا کہ پہلے گذرا اور علاوہ ازیں الہامات مسیح موعود براہین احمدیہ میں موجود ہیں۔ وہاں سے اور دوسری کتابوں سے صاف ثابت ہے۔ کہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں سلسلہ الہام شروع ہوا۔ اور اسوقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ پھر قریباً دس سال بعد آپ کو الہام ہوا۔ کہ آپ مجدد ہیں۔ جیسا کہ تحریرات مسیح موعود میں واضح طور پر مذکور ہے۔ پس تریاق القلوب کی زیر بحث عبارت کا صرف یہ منشا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو چالیس برس کی عمر میں الہامات کے شروع ہونیکے بعد جب صدی کا سر آپہنچا تب الہام ہوا۔ کہ تو ہی اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ چنانچہ اس الہام کی تاریخ براہین احمدیہ میں مارچ سنہ ۱۸۸۳ء درج ہے۔ اور سنہ ۱۸۸۳ء عیسوی سنہ ۱۳۰۰ ہجری کے مطابق ہے۔ علاوہ ازیں اگر سنہ ۱۲۹۰ھ میں اگر یہ کہا جائے۔ کہ صدی کا سر ہی آپہنچا۔ تو اسکا یہ منشا ہوگا۔ کہ تیرھویں صدی ختم ہونیکو ہے۔ اور چودھویں شروع ہونیکو ہے اور بس۔ پھر جب واقعی چودھویں صدی شروع ہوئی تب مجددیت کے منصب پر مامور کئے جانے کا الہام ہوا۔ تریاق القلوب کی عبارت کا یہی منشا ہے۔ جو واقعات کے مطابق ہے۔ چیستان میں مولوی صاحب نے بہت سا تمسخر سے بھی کام لیا ہے۔ مگر در اصل حضرت مرزا صاحب کی آڑ میں خدا تعالے پر تمسخر کیا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب فرماتے ہیں:-

ثنائی تمسخر

"ہاں بڑے سے بڑا اعتراض کوئی کر سکتا ہے۔ تو یہ کر سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف لیگئے کیونکہ آپ کا انتقال سنہ ۱۳۲۶ھ مطابق سنہ ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ یعنی کل نو سال پہلے۔ سو یہ کوئی اعتراض نہیں۔ اسکا جواب یہی ہے۔ مرزا صاحب دنیاوی بادشاہوں اور افسروں کی طرح اپنے پروگرام کے ایسے پابند نہ تھے۔ کہ سر مو ادھر اُدھر نہ کر سکیں اسلئے جب آپکا جی چاہا تشریف لیگئے۔ کسی کو اسپر اعتراض کرنیکا کیا حق ہے"۔ چیستان صـ ۶۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف نہیں لیگئے۔ بلکہ عین اسیوقت تشریف لیگئے۔ جسوقت تشریف لیجانے کیلئے حضرت صاحب نے علیم و خبیر کیطرف سے

خبر پاکر بتلایا ہوا تھا۔ جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے اپنے الہام کے مطابق ۸۰ سال سے کچھ کم یعنی ۷۵ - ۷۶ سال کی عمر پائی - اور آپ کے الہام اپنی وفات کے کے متعلق اسقدر کثرت سے تھے۔ کہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے ایک رسالہ الوصیت شائع کیا جسمیں آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اپنی موت کے متعلق اسقدر شدت اور تواتر سے الہامات ہوئے۔ کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا - اور اپنے اسی رسالہ میں بہت سے الہامات اپنی وفات قریب ہونیکے متعلق شائع بھی کئے اور ان تمام الہامات کے مطابق آپکی وفات عین ۷۵ - ۷۶ سال کی عمر میں واقع ہوئی - اور یہ بات کہ حضرت مرزا صاحب دنیاوی بادشاہوں اور افسروں کیطرح اپنے پروگرام کے ایسے پابند نہ تھے۔ کہ سر مو ادھر ادھر نہ کر سکیں۔ اسبات کیلئے مولویصاحب نے جو دلیل دی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ حضرت صاحب اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف لے گئے۔ لیکن یہ بات انہی عبارتوں سے جو مولوی صاحب نے اپنی تائید میں پیش کی ہیں بخوبی ثابت ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے عین بتلائے ہوئے وقت پر وفات پائی۔ لیکن یہ ظاہر کردینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ یہ اعتراض دراصل مولوی صاحب کے اسلام پر ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں صاف مذکور ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی عمر سے چالیس برس داؤد علیہ السلام کو دیدیئے گئے۔ اور قرآن کہتا ہے۔ کہ بعض وعیدو نکا دکھانا یا نہ دکھانا خدا تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ اور حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف فرمایا ہے ہر وعدہ جو خدا کسی عارف سے کرتا ہے اسکا پورا کیا جانا لازمی نہیں ہے۔ بلکہ بعض وعدوں کو خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے ماتحت پورا نہیں کرتا۔ تو اب کیا مولوی صاحب خدا اور رسول اور دیگر مقربان الٰہی پر اعتراض کرینگے جو سیدنا مرزا صاحب نے کیا ہے۔ مولوی صاحب کو یہ بیباکی مبارک ہو۔

دوسری بات جو مولوی صاحب نے لکھی ہے وہ یہ ہے :-

عمر کے متعلق الہام کی صحت کا اقرار

سابقہ طریق سے قبل از وقت چلے جانیکا اعتراض ہوا ہے۔ مگر ہم مرزا صاحب کی روح اور مرزائی دوستوں کو خوش کرنے کے لئے مرزا صاحب اور انکی ایک تحریر سے آپکی الہامی عمر ٹھیک کئے دیتے ہیں۔ آپ کتاب اعجاز احمدی صس میں لکھتے ہیں کہ

"آتھم کی عمر میری عمر کے برابر تھی قریب ۶۴ سال کے"

آتھم ۱۸۹۶ء میں فوت ہوئے چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں :-

"مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہو گئے"

(رسالہ انجام آتھم ص۱)

ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر ۱۸۹۶ء میں ۶۴ سال کی تھی۔ اور انتقال آپکا ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ ۹۶ سے ۱۹۰۰ تک ۴ سال اور ۱۹۰۰ سے ۱۹۰۸ تک ۸ سال کل ۱۲ سال ۱۲ کو ۶۴ میں ملانے سے ۷۶ سال ہوئے جو مرزا صاحب کے الہام مندرجہ کے قریب قریب ہے" چیستان ص۷

یہاں مولوی صاحب نے بظاہر ہم پر احسان کیا ہے۔ لیکن دراصل یہ ہم پر کوئی احسان نہیں۔ یہ دلیل ہماری طرف سے پیش کی جا چکی ہے۔ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب نے الٹی طرف سے ناک کو ہاتھ صرف اعتراض کرنے کی خاطر لگایا ہے۔ ورنہ وہ تو دن کو دن کہنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ مگر خیر یونہی سہی۔ آخر اقرار تو کر لیا۔ کہ مسیح موعود کی عمر مطابق الہام ہوئی۔ اس سے آگے چلکر مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "ہم سے جہانتک ہوسکا ہمنے مرزائی الہامی الجھن کو صاف کرنے میں بہت کوشش کی مگر افسوس سے اظہار کرنیمیں ذرا بھی تامل نہیں۔ کہ ہم اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ پھر یہ شعر

تروح الی العطار تبغی شبابھا ولن یصلح العطار ما افسد الدھر

نقل کرکے فرماتے ہیں:-

"یہی حال مرزا صاحب کے الہامات کا ہے۔ ہم کہانتک سنوار سکتے ہیں۔ جس حال میں کہ زمانہ انکو بگاڑ چکا ہے۔" چیستان ص۸

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات چونکہ خدا کیطرف سے ہیں۔ اور وہ ٹھیک اور درست ہیں۔ مگر مولوی صاحب اپنی کوتاہ فہمی سے صحیح بات کو غلط تصور کرکے ان کو درست کرنے کے درپے ہیں۔ لہذا وہ مولوی صاحب سے درست نہیں ہوسکے۔ کیونکہ اگر وہ غلط ہوں۔ تو مولوی صاحب انکو درست کریں۔ وہ تو پہلے سے ہی درست ہیں۔ البتہ یہ

مولوی صاحب کی خوش فہمی ہے۔ اور ان کا اختیار جسطرف چاہیں عقل کو لگالیں۔

انجام آتھم اور تریاق القلوب میں مطابقت

۷۶ سال عمر پانے کا اقرار کرنے کے بعد مولوی صاحب ایک تضاد ثابت کرنے کیلئے فرماتے ہیں۔ کہ :-

"ہم نے اس بیان میں بصد کوشش مرزا صاحب کا انتقال حسب الہام ۷۶ سال کی عمر میں درست کیا۔ مگر دوسری طرف سے بگاڑ پیدا ہو گیا کیونکہ سابقہ جوابوں میں مرزا صاحب بڑے صاف الفاظ میں خود لکھتے ہیں کہ ۱۲۹۰ھ کے خاتمہ پر میری عمر ٹھیک چالیس سال کی تھی۔ اور انتقال آپ کا ۱۳۲۶ھ میں ہوا اس صاف اور سیدھے حساب سے آپ چھیاسٹھ سال کی عمر پاکر فوت ہوئے۔ جو کسی طرح الہامی مقررہ وقت ۱۳۳۵ھ کے موافق نہیں۔" چیستان صفحہ

یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ کہ حضرت صاحب کا انتقال حسب الہام ۷۶ سال کی عمر میں ہوا باقی رہی یہ بات کہ دوسری طرف سے بگاڑ پیدا ہو گیا۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود سابقہ جوابوں میں بڑے صاف الفاظ میں لکھتے ہیں۔ کہ ۱۲۹۰ھ کے خاتمہ پر میری عمر ٹھیک چالیس سال کی تھی۔ محض غلط ہے کیونکہ ہم دکھا چکے ہیں۔ کہ سابقہ جوابوں میں حضرت صاحب کا منشا یہ ہے۔ کہ خاتمہ کے قریب ۱۲۹۰ھ میں آپکی عمر مبارک ۴۰ سال کی تھی۔ اور ہم بیسیوں دلایل مزید سے بھی یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر سردست ہم آپ کے ہی پیش کردہ حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور پھر آپ کو متوجہ کرتے ہیں۔ کہ دیکھو حضرت صاحب فرماتے ہیں جب میری عمر چالیس سال تک پہنچی تو خداوند تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ میں ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔ پس ثابت ہوا حضرت مرزا صاحب کی عمر ۱۲۹۰ھ میں ۴۰ سال کی اور ۱۳۲۶ھ میں ۷۶ سال کی تھی۔ جو الہامی وقت مقررہ کے عین مطابق ہے۔

مضمون کو ختم کرنے سے پہلے چند ضروری امور کو بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اور جب کوئی شخص ان امور کو مدنظر رکھکر ثنائی چیستان کو پڑھیگا۔ فوراً اسپر ثنائی دجل کھل جائیگا

امر اوّل :- حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء سے ہے۔

اور یہی سنہ جو آپکی ماموریت کا سال ہے۔

چنانچہ براہین احمدیہ جلد سوم صـ۲۳۸ پر فرماتے ہیں۔ "بلکہ بعض دفعہ یہ الہام کسی اجنبی زبان مثلاً انگریزی یا کسی دوسری زبان میں ہوا ہے لیکن وہ جو ابھی اس حاشیہ کی تحریر کے وقت یعنی مارچ ۱۸۸۳ء میں ہوا ہے جس میں یہ امر بطور پیشگوئی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس اشتہاری کتاب کے ذریعہ سے اور اسکے مضامین پر مطلع ہونیسے انجام کار مخالفین کو شکست فاش آئیگی۔ اور حق کے طالبوں کو ہدایت ملیگی۔ اور بدعقیدگی دور ہوگی۔ اور لوگ خدا تعالیٰ کے القا اور رجوع دلانیسے مدد کرینگے۔ اور متوجہ ہونگے۔ اور آئینگے۔ وغیرہا من الامور اور وہ الہامی کلمات یہ ہیں:۔

"یا احمد بارک اللہ فیک ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ الرحمن علم القرآن۔ لینذر قوما ما انذر آباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المومنین"

امر دوم:۔ حضرت صاحب کے الہامات کا سلسلہ دعوئی مجددیت سے چند سال پہلے تقریباً ۱۸۷۳ء مطابق ۱۲۹۰ھ سے ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہ عجیب امر ہے اور میں اسکو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔" حقیقۃ الوحی صـ۱۹۹۔

امر سوم:۔ سلسلہ الہام کے شروع ہونے کے وقت ۱۲۹۰ھ میں حضرت اقدس کی عمر ۴۰ سال ہو چکی تھی۔

چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔" تریاق القلوب صـ۶۸

امر چہارم:۔ حضرت مسیح موعود کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۷۶ سال قمری تھی۔

امر پنجم:۔ ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء کمال طغیان کا شروع سال ہے۔ اور ظہور مسیح موعود تک سلخ کی راتیں ہیں۔ یعنی جس طرح ہر ماہ میں تین راتیں سلخ کی ہوتی ہیں جنمیں چاند بالکل گم ہوتا ہے

اسی طرح ۱۳۰۰ سال ہجری کے اندر ۱۲۷۰ھ سے لیکر ۱۳۰۰ھ تک ۲۶ سال اسلامی چاند کی سلخ کی راتیں ہیں۔ اور اسکے بعد زمانہ مسیح موعود ہے۔ جو آفتاب محمدی کیلئے بمنزلہ قمر کے ہے۔ اور جسطرح قمر کیلئے منازل ہیں۔ اسیطرح قمر محمدی کے مدارج ہیں۔ جنکا ظہور بتدریج ہوا۔ اور آخری منزل اسکی بدر الکمال کی شان سے ہے۔ جسکے متعلق فرمایا۔

من فرق بینی و بین المصطفٰی ما عرفنی و ما رایٰ۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

راقم خاکسار ن۔م احمدی عفی اللہ عنہ شملہ

مکالمۂ شیعہ و احمدی

شیعہ۔ کیا ثبوت ہے اس امر کا کہ سوائے جناب فاطمہؑ کے تین اور لڑکیاں بھی آنحضرت صلعم کی بیٹیاں تھیں؟ اور وہ بھی حضرت خدیجہؓ کے بطن پاک میں سے؟

احمدی۔ خداوندکریم جہاں عورتوں کو اپنی چادروں سے گھونگٹ نکالنے کا حکم دیتا ہے۔ وہاں صریحاً فرماتا ہے۔ کہ اے نبی کہو اپنی بیویوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں کو یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین (سورہ احزاب رکوع ۸)

نکتہ بھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی نسبت حکایتاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی قوم کے شریروں سے خطاب کر کے فرمایا۔ ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم چونکہ بظاہر اس آیت میں ایک نبی اللہ کی غیرت اور حمیت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ اشرار فجار سے عاجز آکر فرما دے کہ یہ لو میری بیٹیاں۔ تمہارے لئے یہ پاکیزہ تر ہیں اسواسطے شیعوں نے ان لڑکیوں سے اس قوم کی عورتیں مراد لی ہے۔ اور یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ نبی اپنی قوم کا باپ ہوتا ہے۔ اسواسطے قوم کی عورتیں اسکی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ آیت جسمیں آنحضرت صلعم کی بنات کا ذکر ہے اس سے پہلے آپؐ کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد مومنین کی عورتوں کا بھی

پردہ کے حکم کے لئے آیت مذکورہ جیسے مفصل اور جامع ہے۔ ویسے ہی اسکی ترتیب بھی ایسی عجیب ہے۔ جسمیں حضرت لوطؑ کی لڑکیوں والی تاویل کی ہرگز گنجائش نہیں ہو سکتی

نکتہ ۲۔ وضو کی آیت میں شیعہ صاحبان فرمایا کرتے ہیں۔ کہ اہلسنت پاؤں کو دھویا کرتے ہیں۔ اور مسح نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن مجید میں صریحاً مسح سر کے بعد مسح پا کا حکم وارد ہے۔ لیکن آیت مذکورہ میں جہاں بصراحت تمام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لڑکیوں کا ذکر بصیغہ جمع وارد ہے۔ اس سے انکار کر کے صرف ایک لڑکی کے ہونے کے قائل ہیں۔ اور اسپر سخت اصرار کرتے ہیں۔ کیا انکا یہ انکار کرنا نص صریح سے انکار نہیں ہے؟ ضرور ہے۔ فروع کافی میں ایک چھوڑ دو حدیثوں میں مذکور ہے۔ کہ رسول کریم صلعم لڑکیوں کے باپ تھے۔ اور دونوں حدیثوں کے راوی امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں +

ا۔ حماد بن عثمان عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلے اللہ واٰلہ ابا بنات

ب۔ جارود بن المنذر قال قال لی ابو عبداللہ علیہ السلام ..... وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ ابا بنات۔

فروع کافی جلد ۲۔ کتاب العقیقہ صـ۲۵۶۔

ایک اور حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جسمیں حق مہر کی مقدار کا ذکر ہے۔ حماد بن عیسیٰ عن ابی عبداللہ قال سمعتہ یقول قال ابی مازوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ سائر بناتہ ولا تزوج شیئًا من نسائہ علے اکثر من اثنتی عشر اوقیۃ ونش والاوقیۃ اربعون درھمًا والنش عشرون درھمًا۔ فروع کافی جلد ۲۔ باب السنۃ فی المھور صـ۱۵۶۔

یعنی حماد بن عیسیٰ کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا فرماتے تھے کہ مَیں نے اپنے والد بزرگوار (امام محمد باقر) سے سنا کہ فرماتے تھے۔ رسول صلعم نے اپنی ساری لڑکیوں اور بیبیوں کا حق مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش سے زیادہ

نہیں باندھا۔ اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور نش بیس درہموں کا۔

یہاں تک تو ثبوت ہے رسول کریم صلعم کی ایک سے زیادہ بیٹیاں ہونیکا۔ اور وہ بھی قرآن وحدیث سے اب اس کے بعد ان کی تفصیل اور ان کے اسماء مبارک کا ثبوت میرے ذمہ ہے۔ سو واضح ہو کہ شیعوں کی سب سے زیادہ معتبر کتاب اصول کافی میں ایک خاص باب مولد النبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ اس میں صاف طور پر لکھا ہے۔ وتزوج خدیجۃ وھو ابن بضع وعشرین سنۃ فولد له منھا قبل مبعثہ القسم و رقیۃ و زینب و ام کلثوم و ولد لہٗ بعد المبعث الطیب و الطاھر و الفاطمہ علیھا السلام ۔ اصول کافی باب مولد النبی م صفحہ ۲۷۸ ۔ یعنی آپؐ نے خدیجہؓ سے شادی کی جبکہ سن مبارک بیس سے اوپر چند برس کا تھا۔ اور اُس سے قبل نبوت آپکی اولاد قاسم۔ رقیہ۔ زینب و ام کلثوم ہوئی۔ اور بعد نبوت کے طیب و طاہر و حضرت فاطمۃ الزہرہ علیہا السلام پیدا ہوئے +

ایک اور روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ حضرت فاطمہؓ نے مرتے وقت جناب علی علیہ السلام سے وصیت فرمائی تھی۔ کہ میرے بعد میری بہن کی لڑکی سے شادی کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایساہی کیا۔

زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال اوصت فاطمۃ الی علی علیہ السلام ان تزوج ابنۃ اختھا من بعدھا ففعل ۔ فروع کافی جلد ۲ باب النوادر صفحہ ۲۴۳

اس روایت کی تصریح کیلئے ایک اور نہایت معتبر کتاب کیطرف رجوع کرتا ہوں۔

وامامتہ بنت ابی العاص بن الربیع اُمھا زینب بنت رسول اللہ تزوجھا علی بن ابی طالب بعد وفات فاطمۃؑ ۔ مجمع البحرین زیر لفظ ام مطبوعہ ایران صفحہ ۵۰۵ ۔ یعنی امامہ جو ابی العاص بن ربیع کی لڑکی ہے۔ اور اسکی ماں زینب بنت رسول صلعم ہے۔ اس سے جناب علی علیہ السلام نے حضرت سیدہؓ کی وفات کے بعد شادی کی تھی۔

ایک منصف مزاج شیعہ کے واسطے میں نہیں خیال کر سکتا۔ کہ قرآن مروج اور احادیث کافی سے بڑھکر کونسا ثبوت کافی اور قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر وہ اصرار کریں۔ کہ ہمارے اُس قرآن سے ثابت کردو۔ جو امام غائب کے پاس ہے۔ یا مصحف فاطمہؑ یا کتاب علیؑ سے ثابت کرکے دکھاؤ۔ تو اس کے لئے ہم معذور ہیں۔ ہاں جب امام غائب اس قرآن کو شائع کردیں گے۔ اور مصحف فاطمہؑ و کتاب علیؑ کی بھی اشاعت عام ہو جائیگی۔ تو پھر انشاء اللہ انہیں سے بھی ہم دکھا دیں گے۔ اُس سے پہلے تو اسی قرآن اور انہی کتابوں پر اُن کا عمل ہے یا عمل کرنیکا ادعا ہے۔ اور ان میں سے جسقدر مجمل یا مفصل طور پر ہم ثابت کر چکے ہیں۔ سردست انشاء اللہ کافی ہے +

شیعہ۔ عمرؓ نے جس ام کلثوم سے نکاح کیا۔ کیا وہ حضرت سیدہ کے بطن سے جناب علی علیہ السلام کی بیٹی تھیں؟ کافی اور بخاری سے اسکا ثبوت پیش کرو +

احمدی۔ اس سوال کا جواب پہلے بھی ایک دو دفعہ کتب معتبرہ فریقین سے دیا گیا ہے۔ لیکن آپ کی تسلی کے واسطے کافی اور بخاری سے بھی اس کا ثبوت عرض کرتا ہوں۔ آگے ماننا یا نہ ماننا آپ کا اختیار ہے۔

۱ - فروع کافی میں ایک مستقل باب تزویج ام کلثوم کا ہے۔ جسکو میں یہاں بہ اصل عبارت میں عرض کر دیتا ہوں۔

باب فی تزویج ام کلثوم ۔ ۱ علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ہشام بن سالم وحماد عن زرارہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذلک فرج غصبناہ۔

۲ محمد بن ابی عمیر عن ہشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما خطب الیہ قال لہ امیر المومنین انہا صبیۃ قال فلقی العباس فقال لہ مالی ابی باس فقال وما ذاک قال خطبت الی ابن اخیک فردنی اما واللہ لاعورن زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الا ھدمتھا ولاقیمن علیہ

شاهدین بانه سرق ولاقطعن یمینه فاتاه العباس فاخبره وسأله ان یجعل الامر الیه فجعله الیه - فروع کافی جلد ۲ - ص ۱۴۱ -

یعنی زُرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ام کلثوم کے نکاح کے بارہ میں دریافت کیا۔ تو امام نے فرمایا کہ ہاں یہ لڑکی ہم سے چھینی گئی۔

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کی ہے۔ کہ جب اُس (عمرؓ) نے اس (علی علیہ السلام) سے نکاح (ام کلثوم) کی درخواست کی تو امیرالمومنین نے کہا۔ کہ وہ (ابھی) لڑکی ہے۔ تو امام نے فرمایا کہ وہ (عمرؓ) عباسؓ سے ملے۔ اور کہا کہ مجھ میں کونسی برائی ہے۔ انہوں (عباسؓ) نے کہا کہ کیا بات ہے۔ اُس (عمرؓ) نے کہا۔ کہ میں نے آپ کے برادر زادہ سے نکاح (ام کلثوم) کی خواہش کی اور انہوں نے انکار کر دیا مگر خدا کی قسم ہے کہ میں زمزم کے حقوق کو واپس لیلونگا۔ اور کوئی قابل تکریم امر نہ چھوڑونگا مگر اسکو برباد کر دونگا۔ اور دو گواہ کھڑے کر دونگا کہ اس نے چوری کی ہے۔ اور اسکا ہاتھ کاٹ دونگا پس عباس اس (علی علیہ السلام) کے پاس آئے اور انکو سب حال سے آگاہ کیا۔ اور ان سے کہا۔ کہ یہ کام میرے ذمہ کر دو۔ پس انہوں (علی علیہ السلام) نے اس کام کا انجام انکے حوالہ کر دیا۔

اسی کتاب میں ایک اور باب ہے جس میں اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں پوری کرے۔ آیا اپنے خاوند کے گھر میں ہی یا جہاں چاہے۔

حُمید بن زیاد عن ابن سماعة عن محمد بن زیاد عن عبد الله بن سنان و معاویة بن عمار عن ابی عبد الله علیه السلام قال سألته عن المرأة المتوفی عنها زوجها تعتد فی بیتها او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ان علیا صلوات الله علیه لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق الی بیته -

محمد بن یحیی وغیره عن احمد بن محمد بن عیسی عن الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن هشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبد الله علیه السلام عن امرأة توفی عنها زوجها این تعتد فی بیت زوجها او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا صلوات الله علیه لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدها

فانطلق بها الی بیتہ - فروع کافی جلد ۲ باب المتوفی عنھا زوجھا المدخول بھا این تعتد و ما یجب علیھا ص ۳۱۱/۳۱۲

معاویہ بن عمار نے کہا - کہ میں نے امام جعفر علیہ السلام سے اس عورت کی بابت دریافت کیا - جس کا خاوند فوت ہو جائے - کہ آیا وہ اپنے گھر میں عدت پوری کرے - یا جہاں پر چاہے - تو فرمایا - بلکہ جہاں چاہے - کیونکہ علی علیہ السلام جبکہ عمرؓ فوت ہوگئے - تو ام کلثوم کے پاس گئے - اور انکو اپنے گھر لیگئے -

سلیمان بن خالد نے بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی سوال کیا - تو انہوں نے فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر میں عدت پوری کرے - یا جہاں چاہے - پھر کہا کہ جناب علی علیہ السلام جب عمرؓ فوت ہو گئے - تو ام کلثوم کے پاس آئے - پھر انکا ہاتھ پکڑا - اور اپنے گھر لیگئے +

بخاری میں ثعلبہ بن ابی مالک سے مروی ہے - کہ حضرت عمرؓ ریشمی چادریں مدینہ کی عورتوں میں تقسیم فرما رہے تھے - بعد تقسیم کے ایک چادر رہ گئی - جو لوگ موجود تھے - انمیں سے کسی نے کہا - کہ یا امیر المومنین اعط ھذا ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی عندک یریدون ام کلثوم بنت علی فقال عمر ام سلیط احق ... (ملخصاً بقدر الحاجۃ) بخاری کتاب الجھاد - باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۹۳ - اے امیر المومنین یہ رسول صلعم کی بیٹی کو دیدیں جو آپ کے پاس ہے - اس سے انکی مراد ام کلثوم بنت علی علیہ السلام تھیں - لیکن عمر نے کہا - کہ ان سے بڑھکر ام سلیط کا حق ہے +

شیعہ - آنحضرت صلعم کے جنازہ میں اصحاب ثلاثہ شریک ہوئے ہیں یا نہ ؟ اسکا ثبوت بھی کافی سے دیا جائے -

احمدی - عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلے اللہ علیہ و آلہ صلت علیہ الملائکۃ والمھاجرون والانصار فوجاً فوجاً - اصول کافی باب مولد النبی صلعم ص ۲۸۶

یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فوت ہوگئے - تو آپؐ پر نماز جنازہ پڑھی ملائکہ اور مہاجرین و انصار نے گروہ گروہ ہو کر -

ایک دوسری روایت اسی باب میں ابی مریم الانصاری سے امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے - کہ میں نے امام سے پوچھا - رسول صلعم کا جنازہ کس طرح پڑھا گیا - تو فرمایا

کہ جب جناب علی علیہ السلام غسل وکفن سے فارغ ہو گئے تو آپ کو تختہ پر رکھا ۔ پھر دس دس نفر داخل ہوتے تھے ۔ اور حلقہ باندھتے تھے ۔ اور جناب علی علیہ السلام اُن کے درمیان میں سے تھے اس آیت کو پڑھتے تھے ۔ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین اٰمنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ تو دوسرے لوگ بھی اسی طرح کہتے جاتے تھے ۔ حتی صلی علیہ اہل المدینۃ واھل العوالی ۔ صفحہ ۲۸۵ ۔ یعنی یہانتک کہ مدینہ والوں اور مدینہ کے آس پاس والوں نے آپ پر نماز پڑھی ۔

ہر دو روایات مذکورہ بالا سے ثابت ہو سکتا ہے ۔ کہ جناب علی علیہ السلام کیساتھ ایک ہی وقت میں تمام مہاجرین و انصار اور مدینہ اور اطراف مدینہ کے باشندگان نے آنحضرت صلعم کا جنازہ پڑھا تھا ۔ باوجود اس کے خدا جانے شیعوں کو کونسا فرشتہ یا جن بتلا گیا ہے ۔ کہ دنیا جہان کے لوگوں نے تو جنازہ پڑھ لیا تھا ۔ لیکن نہیں پڑھا تو اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے ۔ اپنے ائمہ کرام کی نسبت انکا اعتقاد ہے ۔ کہ وہ گذشتہ اور آئندہ کے حالات سے واقف ہوتے ہیں ۔ اور خوش قسمتی سے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی زبان مبارک کی فرمائی ہوئی ایک چھوڑ دو حدیثیں اصول کافی سے نکال کر دکھلا دی ہیں ۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اس تمام باب میں جہاں جہاں نماز جنازہ کے متعلق روایات ہیں کہیں مذکور نہیں کہ اصحاب ثلاثہ شرکت دفن اور نماز سے محروم رہ گئے ۔ پھر خدا جانے اس بدگمانی کا شیعوں کے پاس کیا ثبوت ہے ۔ جس پر وہ ہر روز ہمارے منھ آتے رہتے ہیں ۔ اور ایسے بے بنیاد اعتراض کرنے سے ذرا نہیں شرماتے ۔

شیعہ ۔ اصحاب ثلاثہ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں تھے ۔ اور رسول صلعم کے پاس سوائے اہلبیت کرام کے کوئی تھا نہیں ۔ پھر ثلاثہ دفن میں کب شریک ہو سکے ۔ اور ساتھ ہی اُنھوں نے نماز جنازہ کہاں سے پڑھ لی ۔

احمدی ۔ اگر سقیفہ میں شامل ہونا ہی عدم شمول دفن و نماز جنازہ کی دلیل ہے ۔ تو پھر بڑی مشکل کا سامنا ہوگا ۔ کیونکہ

۱ ۔ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہوتے ہی سعد بن عبادہ کی بیعت شروع کر دی تھی ۔ اور اسپر خوشیاں منائیں ۔ ان الناس عادوا بعد ما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اہل جاھلیۃ ۔ ان الانصار اعتزلت فلم

تعتزل بخیر جعلوا یبایعون سعداً وھم یرتجزون ارتجاز الجاھلیۃ ۔ (زوع
کافی کتاب الروضۃ صفحہ ۱۳۹) ۔ محمد بن مسلم عن ابی جعفر فی قولہ عزوجل ظھر الفساد
فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس قال ذالک واللہ حین قالت الانصار منا
امیر ومنکم امیر ۔ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۲۹ یعنی انصار کا مہاجرین سے یہ کہنا کہ ایک
امیر ہم میں سے ہو ۔ اور ایک تم میں سے ۔ آیہ ظھر الفساد فی البر والبحر کا مصداق ۔ سب
باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انصار نے یہ جملہ مہاجرین سے سقیفہ میں کہا تھا ۔

۲ ۔ مہاجرین بھی سقیفہ میں تھے ۔ جیسے کہ روائت بالا سے ظاہر ہے ۔

۳ ۔ بنی ہاشم کے بعض ممتاز ممبر بھی سقیفہ میں موجود تھے ۔ یعنی عباس اور ابن عباس
رضی اللہ عنہما ۔

ا ۔ ابی الحسن علیہ السلام سے محمد بن الفضیل نے روائت کیا ہے قال جاء العباس الی
امیر المومنین علیہ السلام فقال انطلق نبایع لک الناس فقال
امیر المومنین اتراھم فاعلین قال نعم قال فاین قولہ الم احسب الناس
ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ۔ تفسیر قمی شروع سورہ عنکبوت مطبوعہ
ایران صفحہ ۴۹۲ ۔ یعنی حضرت عباس جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ چلئے
لوگوں سے آپ کی بیعت کرالیتے ہیں ۔ تو آپ نے فرمایا کیا آپ کے خیال میں وہ سچ مچ بیعت
کریں گے ۔ عباس نے کہا ہاں ۔ تو جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر خدا نے جو فرمایا ہے الم
احسب الناس الخ وہ کہاں جائیگا ۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روائت مروی ہے جس میں آیا ہے ۔ کہ ابن عباس سے جناب
علی علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم اسکی شہادت دے سکتے ہو کہ رسول صلعم نے ابوبکر رض کو خلیفہ
بنایا تھا ۔ تو انھوں نے عرض کیا ۔ کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سوائے آپ کے کسی کے حق میں
وصیت نہیں سنی ہے ۔ اس پر جناب علی ع نے فرمایا کہ پھر تم نے کیوں بیعت کرلی قال اجتمع الناس
علی ابی بکر فکنت منھم فقال امیر المومنین کما اجتمع اھل العجل علی العجل
ھاھنا فتنتم ومثلکم کمثل الذی استوقد نارا الی آخرہ تفسیر قمی شروع سورہ محمد
صفحہ ۶۳۲

یعنی اُنھوں نے کہا کہ لوگ ابو بکرؓ پر متفق الرائے ہو گئے۔ پس میں بھی ان میں سے ہو گیا۔ اس پر جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح سامری کے بچھڑے والے اس پر متفق ہو گئے۔ اور یہاں تم فتنہ میں ڈالے گئے۔ اور تمھاری مثال اُس شخص کی طرح ہے۔ جس نے آگ کو روشن کیا۔ تا آخر

ان سب روایات سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ انصار و مہاجرین و عباس و ابن عباس رضی اللہ عنہم سقیفہ میں موجود تھے۔ اور اصحاب ثلاثہ بھی ظاہر ہے۔ کہ وہاں موجود تھے۔ اگر سقیفہ والوں کا دفن وجنازہ میں شامل ہونا بقول شیعہ ثابت نہیں تو پھر ہمارا سوال ہے۔ کہ آپکے اماموں نے کیوں اس امر کی شہادت دی ہے۔ کہ ملائکہ و مہاجرین و انصار اور اہل مدینہ اور نواح مدینہ والوں نے جو استثنا و آنحضرت صلعم کا جنازہ پڑھا۔ کیا آپ کا علم اپنے اماموں سے زیادہ قابل اعتبار ہے ہم تو آپ کے اماموں کی شہادت کو آپکی شہادت سے بدرجہا معتبر تر مانتے ہیں۔ اگر آپ اپنے کو سچا جانتے ہیں۔ اور اپنے اماموں کو جھوٹا تو آپ کو اختیار ہے۔

شیعہ۔ مانا کہ مہاجرین و انصار جنازہ میں شامل ہو گئے تھے۔ لیکن دفن میں اُن کے شامل ہونیکا عموماً اور اصحاب ثلثہ کا خصوصاً تحقیق طلب رہجاتا ہے۔ اس کا ثبوت بھی کافی وغیرہ معتبر کتابوں سے نکال کر دکھلاؤ تو بات ہے۔

احمدی۔ انشاء اللہ اس شبہ کا ازالہ بھی آپ کی معتبر کتب سے عرض کر دیتا ہوں۔ حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ عباسؓ جناب علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اے علی لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ اس بات پر کہ رسول صلعم کو بقیع میں دفن کریں۔ اور یہ کہ ان ہی میں کا ایک آدمی اُن کا امام بنے۔ پس امیر المومنین علیہ السلام لوگوں کی طرف نکل آئے۔ اور فرمایا کہ اے لوگو رسول صلعم ہی امام ہیں زندگی میں۔ اور مر کر بھی۔ اور فرمایا کہ میں ان کو اسی جگہ دفن کرتا ہوں جہاں کہ وہ فوت ہوئے ہیں۔ ثم قال علی الباب فصلی علیہ ثم امر الناس عشرة عشرة یصلون علیہ ثم یخرجون اصول کافی باب مولد النبی صلعم صفحہ ۲۸۶۔ یعنی جناب علی پھر دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور آنحضرت صلعم پر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر لوگوں سے کہا کہ دس دس نفر ہو کر نماز ادا کریں۔ اور پھر نکلتے جائیں

اس روایت میں جس شخص کے امام ہونیکا مجمل ذکر آیا ہے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے۔ کہ وہ

ابوبکرؓ تھے۔ چنانچہ اصل روایت یہ ہے۔ وایضاً بسند حسن از حضرت صادق روائت کردہ اند کہ عباس بخدمت حضرت امیرالمومنین آمد وگفت کہ مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول را در بقیع دفن کنند وابوبکرؓ پیش بایستد و برآنحضرت نماز کند۔ چوں حضرت امیرالمومنین دانست کہ آں منافقان ارادہ فساد دارند۔ از خانہ بیرون آمد و فرمود ایہا الناس بدرستیکہ رسول خدا امام و پیشوائے ما است در حال حیات و بعد از وفات و خود فرمود کہ من دفن میشوم در بقعہ کہ در آنجا قبض روح من میشود و چوں ایشاں در غصب خلافت مطلب خود را بعمل آوردہ بودند دریں باب با آنحضرت مضائقہ نکردند و گفتند آنچہ میدانی بکن پس حضرت در پیش در ایستاد و خود براو نماز کرد و بعد ازاں صحابہ را فرمود کہ دہ دہ نفر داخل مے شدند وایشاں بر دور جنازہ آنحضرت مے استادند و حضرت امیرالمومنین درمیان ایشاں مے ایستاد وایں آیہ را مے خواند ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔ پس ایشاں آیہ را میخواندند و صلوات برآنجناب مے فرستادند و بیروں مے رفتند تا آنکہ اہل مدینہ واطراف مدینہ ہمہ برآنجناب صلوات فرستادند۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۶۴ ص ۶۶۴

مزید شہادت و شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روائت کردہ است کہ دہ نفر دہ نفر داخل مے شدند و چنیں برآنحضرت نماز مے کردند بے امامے در روز دوشنبہ وشب سہ شنبہ تا صبح و در روز سہ شنبہ تا شام تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ واہل اطراف مدینہ برآنجناب چنیں نماز کردند حیات القلوب ص ۶۶۴ و کلینی بسند معتبر از امام محمد باقر روائت کردہ است کہ چوں حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند براو جمیع ملائکہ و مہاجران وانصار۔ فوج فوج۔ الخ ص ۶۶۴

و در کتاب احتجاج و کتاب سلیم بن قیس ہلالی از سلمان روائت کردہ اند کہ چوں حضرت امیرالمومنین از غسل و کفن حضرت رسول فارغ شد داخل خانہ کرد مرا و ابوذر و مقداد و فاطمہ و حسن و حسین نیز با خود و پیش ایستاد و ما در عقب آنجناب صف بستیم و برآنجناب نماز کردیم و عائشہ منافقہ ہم دراں حجرہ بود و مطلع نہ شد بر نماز کردن۔ و سبب آنکہ جبرائیل چشم ہائے او را گرفتہ بود پس دہ دہ نفر مہاجران وانصار را داخل حجرہ میگردانید و ایشاں برآنجناب

صلوات میفرستادند و بیرون مے رفتند تا آنکہ ہمہ مہاجران و انصار چنیں کردند و نماز بر آنجناب ہماں بود کہ در اول واقعہ شد۔ حیات القلوب ص ۶۶۴

ان سب روایات مندرجہ جوابات اعتراض سابق وحال سے بتکرار ثابت ہوگیا کہ تمام مہاجرین والنصار اور چھوٹے بڑے مرد عورت اہالیان مدینہ منورہ واطراف نے آنحضرت صلعم پر جنازہ پڑھا۔ اور ابو بکر رضؓ نے بھی علی الخصوص ٹھیک اُسی وقت جبکہ جناب علی علیہ السلام نے پڑھا۔ اور اسی طرح دفن کے وقت بھی یہ سب لوگ موجود تھے۔ اور جنازہ اس طرح پڑھا گیا کہ دس دس نفر باری باری سے پڑھتے تھے۔ اور اسی واسطے ایک وقت میں نہیں پڑھا جا سکا اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حجرہ عائشہ صدیقہ رضؓ میں ہی آنحضرت صلعم فوت ہوئے تھے۔ اور وہیں آپ نے دفن ہونا تھا۔ اور اس میں زیادہ آدمیوں کے پڑھنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہوا کہ جنازہ دفن سے پہلے نہیں پڑھا گیا۔ بلکہ بعد دفن پڑھا گیا۔ اور آپ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی تھی۔ دوشنبہ اور سہ شنبہ کی شام تک جنازہ ہوتا رہا۔ جس سے سب لوگوں کو شرف شمول کا موقعہ نصیب ہوگیا۔ آخری روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام اور ان کی جماعت نے بوجہ موجودگی عائشہ صدیقہ رضؓ کے پورے اطمینان سے جنازہ نہیں پڑھا اور پڑھا بھی تو جبرئیل کے پروں کی آڑ میں برخلاف ابو بکر صدیق رضؓ کے کہ انھوں نے بوجہ اپنی بیٹی کے حجرہ ہونے کے بلا خوف وخطر بکمال اطمینان پڑھا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ابو بکر سقیفہ میں تھے عباس اور ابن عباس بھی دوسروں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ اور ابو بکر کی بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ پس جو الزام بوجہ شمول سقیفہ جنازہ میں غیر حاضر ہونیکا ابو بکر وغیرہ پر ہے۔ اُن پر بھی ہے۔

قبل ازیں جنازہ رسول صلعم پر ثلاثہ کے حاضر نہ ہونے کا جواب کئی دفعہ میری طرف سے شائع ہوچکا ہے۔ لیکن اس دفعہ خدا کے فضل سے کسی قدر تفصیل سے دیا گیا ہے۔ جو صاحب پورے غور سے اسکو مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے۔ امید ہے کہ انکی تسلی ہو جائیگی۔ ورنہ آئندہ انشاء اللہ اس سے بھی زیادہ وضاحت سے لکھا جائیگا۔ یار زندہ صحبت باقی۔

خادم حسین (بھیروی)

کیا وید ازلی ہیں

ہرگز نہیں

آریہ سماجی اصحاب اس پر بہت اترایا کرتے ہیں۔ کہ وید ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو ازل سے چلی آرہی ہے۔ یہ ایک دعویٰ ہے۔ جسکی کوئی دلیل نہیں ہم نے بیسیوں دفعہ اس دعوے کو آریوں کی زبانی سُنا۔ مگر حاشا وکلا بھولے سے بھی کوئی دلیل نہیں پیش کی جاتی۔

آریوں کے اس دعوے کے برخلاف جب ہم ویدوں کا خود مطالعہ کرتے ہیں۔ تو اُس میں وید ایسے زمانہ کی تصنیف ثابت ہوتے ہیں۔ جب دنیا تمدن و تہذیب میں خاص ترقی کر چکی تھی یہ ہے ہمارا دعویٰ۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس دعوے کے اثبات میں دلائل بھی ویدوں سے دیں۔ اور ویدوں کے وہ تراجم پیش کریں۔ جو ہمارے مخالف گروہ کے نزدیک حجت سمجھے جائیں یعنی سوامی دیانند کے وید بھاش سے۔ ملاحظہ ہو وید منتر نمبر۱

”جو علم والے لوگ ہمارے سے پہلے بیان کرتے تھے وہ علم کا پھل اور ہی کہتے تھے۔ اور جہل کا پھل اور ہی کہتے تھے اسیطور پر ہم ان دونوں سے سنتے ہیں۔ اس بات کو تم لوگ جانو۔ الخ“ یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۳

اب دیکھیے کیا اس وید منتر کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ وید ازلی ہیں۔ جلی عبارت غور سے ملاحظہ کریں۔ ویدوں کی ازلیت کا دعویٰ اس عبارت کے آگے ایک سیکنڈ کے لئے قائم نہیں رہتا۔ اور ملاحظہ ہو دوسرا منتر

منتر نمبر۲ ”اے علم والے لوگو آگ اگھوڑوں کو جوڑ دو۔ پہلے زمانہ کے لوگوں کے علم کو حاصل کرو۔“ (یجروید ادھیائے ۳۳ منتر نمبر۲)

یہ فقرہ کہ ”پہلے زمانہ کے لوگوں کے علم کو حاصل کرو“ کیا ”وید ازلی ہیں“ کے دعوے کو باطل کرنے میں کچھ کم ہے۔ ملاحظہ ہو تیسرا منتر

منتر ۳ ”اے سوریہ (سورج) کے سمان (برابر) عزت اور سکھ دینے والے۔ جیسے سورج کے اکاش (خلا) میں چلنے کے عمدہ عمدہ راستے ہیں ویسے ہی جو پہلے زمانہ کے لوگوں کے چلائے ہوئے دھول وغیرہ سے صاف راستے ہیں ان راستوں پر چلو“ (یجروید ادھیائے ۴-۳۔ منتر ۲۷)

اس تیسرے منتر سے دو امور ظاہر ہو رہے ہیں۔ اول تو ویدکی قدامت کو یہ منتر باطل کر رہا ہے۔ دوسرا آریہ سماج کا یہ دعویٰ کہ ”سورج ساکن ہے“ ویدوں کی رو سے غلط ثابت ہو رہا ہے۔ ملاحظہ ہو فقرہ ”سورج کے اکاش میں چلنے کے عمدہ عمدہ راستے“۔ سوامی دیانندجی تو ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ ایسی باتیں جس کتاب میں ہوں۔ وہ عقلمندوں کی بنائی ہوئی نہیں ہو سکتیں۔ اور یہ باتیں علم طبیعات کے سخت خلاف ہیں۔ اب جبکہ ویدوں میں بقول دیانندجی علم طبیعات کے خلاف تحریر موجود ہے۔ تو کیا اب وید الہامی رہ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ سوامی جی کے قول کے بموجب کسی بے علم کی تصنیف ہیں“۔ اور ملاحظہ ہو چوتھا منتر

منتر ۴۔ ”جو اس زمانہ میں پوران پڑھ چکے ہیں۔ اور جو وید کا ابھیاس کرنے والے۔ یعنی بزرگ اپدیش کرنے والے ہیں“

جلی حروف ملاحظہ فرمایئے۔ اور ویدوں کی ازلیت کے دعوے کو برابر رکھ کر نتیجہ نکال لیجئے۔

پانچواں منتر ۵۔ ”اے انسانو...... تم کو دھرم ہی پر عمل کرنا چاہیئے۔ ادھرم نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ جس طرح زمانہ قدیم کے دیو یعنی صاحب علم و معرفت راستی شعار طرفداری و تعصب سے خالی عالم اور ایشور اور دھرم کے حکم کو عزیز جاننے والے تمہارے بزرگ تمام علوم سے ماہر اور لائق فائق گذر چکے ہیں۔ بھگ بھاگ یعنی اطاعت و عبادت کرنے کے لائق قادر مطلق وغیرہ صفات سے موصوف ایشور کے حکم کی تعمیل یا بیرے بتائے ہوئے دھرم پر عمل کرتے رہے ہیں۔ الخ“

(رگوید۔ ۸-۸-۴۹-۲) بھومکا اردو ۹۲

رگوید کے اس منتر میں جو الفاظ جلی کئے گئے ہیں یہ ایسے ہیں کہ ان کے سامنے۔ اگر کوئی ویدوں

قدامت کا دعوے کرے - تو وہ سخت نادان سمجھا جائیگا۔

فقرہ "زمانہ قدیم کے عالم" اور لفظ "قدیم" کے آگے آریوں کے دعاوی بیہودہ و لاطائل ہیں ثابت ہیں

منتر ۶ - "اے دشمنوں کے مارنے والے اصول جنگ سے ماہر بخوشنود اس پر جاہ و جلال عزیز اور جوانمردو تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو.......... تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے - الخ"

(اتھروید کانڈ ۶ انوواک نمبر ۱۰ ورگ ۹۷ - منتر ۳ - منقول از بھومکا اردو صفحہ ۲۴۳)

"تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے" معزز ناظرین آریوں سے دریافت کرنا چاہیے - کہ جب آریہ کہتے ہیں - کہ وید ازلی ہیں - اُن سے پہلے کوئی واقعہ نہیں ہوا تو پھر ویدوں میں ہی پہلے میدانوں میں فتح حاصل کرنے کا ذکر کہاں سے آگیا - پس ثابت ہوا کہ آریوں کا دعویٰ ڈھکوسلہ ہی ہے - ویدوں میں اس دعوے کی کوئی اصلیت نہیں - پائی جاتی - بلکہ اس کے برعکس ہمارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ وید ازلی نہیں۔"

اب اور ملاحظہ فرمایئے - ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۲ ایڈیشن سنہ ۱۹۹۹ء اردو :-

"جن روحوں کے اعمال ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے - اُنکی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی - کیونکہ یہ یجروید میں لکھا ہے۔"

پس جب یجروید میں لکھا ہے - کہ شروع دنیا میں ہزاروں انسان پیدا ہوئے - تو ساتھ ہی ماننا پڑا کہ وید اُن کی پیدائش سے بہت بعد کی تصنیف ہے۔

جس کتاب میں کسی واقعہ کا ذکر ہوگا - تو ضرور ہے وہ واقعہ بیان کرنے والی کتاب اُس واقعہ سے بعد میں تصنیف ہو - پس سوامی دیانند کے قلم سے بھی نکل گیا کہ وید ازلی نہیں۔

اور بھی ہم بہت کثرت سے اُس قسم کے وید منتر پیش کر سکتے ہیں - مگر حق کے طالب کے لئے یہ مختصر سا مضمون ہی بہت کچھ نافع ہو سکتا ہے - ہم ناظرین سے وعدہ کرتے ہیں - کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی تو بہت جلد اس قسم کا تمام میٹریل (مصالحہ) ویدوں سے برآمد کرکے آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

(خاکسار فضل حسین احمدی - مہاجر قادیان)

ابطال کفارہ

مندرجہ ذیل مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید میں کفارہ کی تعلیم نہیں۔ جیسا کہ بعض پادری ثابت کر کے بعض سیدھے سادھے مسلمانوں کو مغالطہ دیتے ہیں (ایڈیٹر)

(۱) پہلی آیت ہمارا کفارہ کی رد میں ہے۔ کہ مسیح صلیب پر مر گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرماتا ہے وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا ترجمہ یہودیوں کا یہ قول ہے۔ کہ ہم نے مسیح عیسی ابن مریم جس کو اللہ کا رسول کہتے تھے قتل کیا۔ (خدا تعالیٰ اس قول کی تردید میں فرماتا ہے) نہ ہی انہوں نے اسے قتل کیا۔ اور نہ ہی انہوں نے اسے صلیب پر مارا۔ یہود کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو یہ کہتا ہے۔ کہ مسیح کو پہلے قتل کر کے پھر صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے۔ کہ صلیب پر مارا گیا۔ تو خدا نے دونوں کی نفی کر دی۔ انہوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ لیکن ان کے لئے وہ مشابہ بالقتل بنایا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ وہ بھی شک میں پڑے ہیں۔ اور ان کے پاس یقینی علم نہیں۔ کہ جس سے وہ ثابت کر سکیں کہ مسیح صلیب پر مر گیا۔ ہر ایک گمان ہی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اصل بات یہی ہے۔ جو کہ ہم بتاتے ہیں۔ کہ ما قتلوہ یقینا کہ اس کو کسی نے بھی یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ جب مرا وہ اپنی موت سے مرا۔

(۲) دوسری آیت اس بات کے رد میں ہے۔ کہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ مسیح نے دوسروں کے گناہوں کی سزا اپنے سر پر اٹھالی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ وابراھیم الذی وفیٰ۔ الا تزر وازرۃ وزر اخریٰ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ ثم یجزیہ الجزاء الاوفیٰ وان الی ربک المنتھیٰ (سورہ نجم رکوع ۳) ترجمہ کیا نہیں خبر دیا گیا اس چیز کی جو کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم (جس نے کہ اللہ کے حقوق کو پورا کیا) کے صحف میں تھی۔ وہ کیا بات تھی۔ وہ یہ

کہ کوئی دوسرے کا بوجھ یا گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے۔ جو وہ خود اپنے لئے سعی کریگا۔ اور اسکی سعی البتہ دیکھی جاویگی۔ پھر اسکو سعی کا بدلہ پورا پورا دیا جاویگا۔ یعنی نعمت سے کم اور جتنی سزا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں دیجاویگی۔ اور پھر فرمایا کہ تیرے خدا کی طرف ہر ایک چیز کا انتہا ہے۔ اور وہی علۃ العلل ہے۔ اس کے سوا اور کوئی علۃ العلل نہیں۔ اور اسکی کوئی علت نہیں۔ ورنہ تسلسل لازم آئیگا۔ جو محال ہے۔ پس ان آیات میں خدا تعالےٰ نے عیسائی صاحبان کے عقیدہ کو باطل ثابت کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ عیسائی صاحبان جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ان کے گناہوں کے بدلے میں کفارہ ہو چکے ہیں۔ وہ غلط ہے کہ کوئی کسی کے گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا اب رہا یہ سوال کہ کیا بغیر کفارہ ماننے کے خدا کسی کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ تو اس کے متعلق خدا تعالےٰ سورہ احزاب میں فرماتا ہے۔ کہ لیجزی اللہ الصادقین بصدقہم ویعذب المنفقین ان شاء او یتوب علیہم ان اللہ کان غفورا رحیما

ترجمہ۔ کہ صادقین کو تو ان کے صدق کا ضرور بدلہ دیگا۔ کیونکہ انکو انعام دینا ہے۔ اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا اگر چاہے تو انپر رجوع برحمت ہو۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ غفور ہے وہ انسانوں کے گناہوں کو ڈھانپنے والا ہے۔ اور قصوروار کا قصور معاف کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ مالک ہے۔ اس لئے اگر وہ چاہے تو منافقین کو عذاب دے۔ اگر چاہے تو معاف کر دے۔ وہ رحیم یعنی سچی محنت کا بدلہ دینے والا ہے۔ اور کسی کی اچھی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اس واسطے وہ صادقوں کو ان کے صدق کا ضرور بدلہ دیگا۔ اس آیت میں لف و نشر علی غیر الترتیب لائی گئی ہے۔

(۳) تیسری آیت کفارہ کے ماننے والوں کے متعلق ہے۔ کہ کیا وہ کفارہ ماننے میں سچے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قال الذین کفروا للذین اٰمنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطٰیٰکم وما ہم بحاملین من خطٰیٰہم من شیءٍ انہم لکٰذبون۔

ترجمہ کہ کافر لوگوں نے مومنوں سے کہا کہ تم ہمارا مذہب اختیار کرو۔ اور جس بات کی ہم پیروی کرتے ہیں اسکی تم بھی پیروی کرو۔ اور تمہاری خطاؤں کو ہم اٹھالیں گے۔ حالانکہ وہ انکی خطاؤں سے کچھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اس بات میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ کوئی دوسروں کی خطاؤں کو نہیں اٹھا سکتا اس آیت میں ان کے جھوٹے ہونے کی تاکید کی ہے۔ ایک انّ کے ساتھ دوسرے لام تاکید تیسرے

جملہ اسمیہ کے ساتھ کہ وہ اس بات میں سخت غلطی پر ہیں۔ جب ایک دوسرے کی خطا نہیں اُٹھا سکتے۔ تو پھر آیا اُن کو ان کی خطاؤں کی سزا ملیگی یا نہیں۔ تو اس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے ومن یکسب اثما فانما یکسبہ علی نفسہ وکان اللہ علیما حکیما کہ جو کوئی گناہ کرے تو اسکی سزا وغیرہ اس کے نفس پر ہوگی۔ خدا تو علیم و حکیم ہے۔ وہ دوسرے کو کیوں سزا دیگا۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔ ترجمہ کہ جو برائی کما لے اور اس کی خطائیں اتنی بڑھ جائیں کہ وہ اس شخص کو محیط ہو جائیں۔ تو وہی لوگ اصحاب النار ہیں۔ وہ اس میں رہیں گے۔ اور ان کی خطاؤں کی سزا انہی کو ملیگی۔ اور کسی دوسرے کو ان کی جگہ نہیں ملیگی۔ پھر فرمایا۔ ولنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین کہ ہم رسل اور مرسل الیہ دونوں کو پوچھینگے۔ یہ نہیں کہ کوئی ان کے بدلے میں کفارہ ہو چکا ہے جس کی وجہ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) چوتھی آیت میں بعض انبیاء کا ذکر ہے جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔ فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق الخ ترجمہ تم کہو کہ ہم اللہ پر اور قرآن پر اور جو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور اسباط اور جو موسیٰ و عیسیٰ و دیئے گئے اور جو اور باقی نبی دیئے گئے سب پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور کسی رسول کو نہیں چھوڑتے۔ اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔ اور اپنے آپ کو اسی کے سپرد کرنے والے ہیں۔ پس اگر یہ یہودی و عیسائی ایسا ایمان لے آئیں۔ جیسا کہ تم لاتے ہو پس وہ بھی ہدایت یافتہ ہو گئے۔ اور اگر پھر گئے تو وہ پھوٹ اور اختلاف میں ہیں۔ پس خدا ان کے لئے کافی ہے۔ پھر اس کے بعد تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ کہ یہ ایک امت ہے۔ جو گذر گئی۔ اس کے لئے ہے۔ جو اس نے کمایا۔ اور اس کا ان کو اجر یا عذاب ملیگا۔ اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا۔ اور اس کا اجر یا عذاب تمکو ملیگا۔ اور جو وہ کرتے تھے تم سے انکے

مستحق سوال ہوگا۔ اب اس امت میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں ان کو بھی ان کے اعمال کا ثواب ملیگا اور تمھیں بھی تمھارے اعمال کے متعلق پوچھا جائیگا۔ یہ نہیں کہ حضرت مسیح کفارہ ہو چکے ہیں۔ اور تمھیں تمھارے اعمال کے متعلق پوچھا نہ جائیگا۔ بلکہ فرمایا ولکم ما کسبتم تمھیں بھی وہی کچھ ملیگا جو تم کماؤ گے

(۵) پانچویں آیت اس بات کے رد میں ہے جو مسیحی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح اس لئے کفارہ ہوا کہ وہ خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اور انسانوں میں سے اتنی سزا کا کوئی متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ جو کہ تمام کے گناہوں کی سزا کو اپنے سر پر اٹھائے۔ اس لئے خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا دنیا میں بھیجا۔ تاکہ وہ لوگوں کو اس سزا سے نجات دے۔ تو اس کی تردید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ کہ جو تثلیث کو مانتے ہیں۔ وہ کفر کرتے ہیں۔ پھر فرمایا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون کہ عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ کوئی خدا نہیں۔ بلکہ وہ آدمی کی جنس سے آدمی ہے۔ اور جیسا کہ انسان مٹی سے بنایا گیا ہے۔ وہ بھی مٹی سے بنا ہے۔ پس وہ خدا کیونکر ہو سکتا ہے پھر حضرت عیسیٰ کی خود اپنی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انی عبد اللہ اٰتنی الکتٰب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکٰوۃ ما دمت حیا وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔ ترجمہ کہ میں ایک خدا کا بندہ ہوں۔ مجھکو خدا نے کتاب دی ہے۔ اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور جہاں کہیں میں ہوں مجھے مبارک کیا ہے۔ اور مجھے نماز و زکوٰۃ کا تاکیدی حکم ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنیکا بھی حکم ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا۔ جب مسیح جبار اور شقی نہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ ایک پاک شخص کو دوسروں کے گناہوں کے بدلے صلیب پر مارا جائے۔ اور سزا دیجائے کیا یہ صریح ظلم نہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ اور مجھپر میری پیدائش کا دن اور میری موت کا دن اور بعث بعد الموت کا دن سلامتی کے دن ہیں۔

پس اگر صلیب پر وفات مانی جائے۔ تو وہ سلامتی کا دن کیونکر ہو سکتا ہے۔

(جلال الدین۔ از سیکھواں)

جنگی بخار کا علاج

نسخہ عرق۔ برگ سبز جھاؤ تازہ ایک حصہ، برگ بید تازہ سبز ایک حصہ، برگ سنگرہ ایک حصہ برگ سر پھوکا ½ حصہ برگ یوکلپٹس ایک حصہ، افسنتین ¼ حصہ اجوائن ایک حصہ بیخ سیاہ وشان ½ شاخ گلو سبز نیمکوفتہ ایک حصہ چرائتہ ½ حصہ پودینہ ¼ حصہ سونف ایک حصہ گل نیلوفر ایک حصہ گاؤزبان ایک حصہ ایک دن اور ایک رات بھگو کر عرق نکالیں۔ خوراک ۳ تولہ صبح ۳ تولہ شام۔

نسخہ شربت:۔ تخم میتھی ایک تولہ انجیر ۱۵ عدد سیاہ وشان ۲ تولہ خطمی کے بیج تولہ مویز دانہ برآوردہ تولہ زرد خشخاش تولہ ملٹھی چھلی ہوئی نیمکوبہ ۵ ماشہ عناب ۳۰ دانہ لسوڑیاں ۴۰ دانہ ہر دو نیمکوفتہ گاؤزبان تولہ گل بنفشہ تولہ؛ ایک رات پانی میں بھگو کر صبح تین چار جوش دیکر صاف کر کے مصری ڈالکر عمدہ قوام بنالیں۔ خوراک تولہ صبح تولہ شام؛

نسخہ سفوف:۔ پتیس ایک حصہ۔ دارچینی ½ حصہ سرمہ کی طرح باریک پیس چھانکر ایک ماشہ صبح ایک ماشہ شام سوڈا بائی کارب ملاکر ہمراہ عرق مذکورہ اور شربت مذکور استعمال کیا جاوے؛

قبض کا علاج۔ اگر قبض کی شکایت ہو تو حب النیل نیم بریان ۹ ماشہ زنجبیل ماشہ سرمہ سا کر کے پانی میں حل کر کے پی لیا جاوے؛ یا مگنیشیا پانی میں حل کر کے پی لیں؛

درد کی دوا:۔ مقام درد پر کڑوا تیل ۲ تولہ موم ۲ ماشہ پگھلا کر مالش کی جاوے مقام درد باندھ دیا جاوے ہوا سے بہت بچایا جاوے؛

پیاس:۔ شدۃ پیاس میں تازہ پانی صرف دو تین گھونٹ یا نیم گرم گھونٹ گھونٹ پلایا جاوے

قوت کی دوا۔ قوت کے لیے کیوڑا تھوڑا عرق مذکور میں یا تازہ پانی میں حل کر کے پلا دیں؛

یا شیرہ مغز بادام ۵ عدد الائچی خورد ۲ عدد پانی میں گھوٹ کر چھانکر پلایا جاوے۔

دست روکنے کی دوا:۔ اگر دستوں کی شکایت ہو جاوے اور شدت پیاس ہو تو صندل سرخ تولہ کشنیز تولہ گلو تولہ نیلوفر تولہ زیرہ سفید ۳ ماشہ ملٹھی ماشہ برگ نیم ۴ ماشہ پیسکر ۲ رتی صبح ۲ رتی دوپہر ۲ رتی شام ہمراہ عرق و شربت مذکور؛

جس کا درد وہی جانتا ہے
دوسرا کیوں کر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان لب ہو رہا ہے۔ سردی ہٹانے کے لئے کتنے بند و بست کئے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاص کر ناقابل برداشت تکلیف دمہ سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے۔ دیکھئے آج انکو کسقدر تکلیف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیا اور دھتورہ بھنگ بلاڈنا یوگاس اور ڈامڈ و یکر فیتی ہے۔ اس لئے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی ہے۔ دمہ کی دوا۔ ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے۔ بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں آپنے بہت کچھ خرچ کیا ہوگا۔ لیکن ایک مرتبہ سے بھی آزمائیں۔ اس میں نقصان نہیں۔ قیمت فی شیشی محصولڈاک ۵ راس دوا کی دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جب تک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آجتک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہو گئے اسوجہ سے اس کے نام ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور کھائیں ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہیں ٹھہر سکتے ہیں اور نہ زہر اثر کر سکتا ہے وقتاً پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں آپ بھی غافل نہیں ہیں ایک گولی روزانہ